از ڈاکٹر تصدق حسین

شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر ایک طائرانہ نظر

میں آپ کی خدمت اقدس میں شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر ایک مضمون ارسال کر رہا ہوں یہ مضمون دراصل میرے اس مقالہ کا خلاصہ ہے جس پر مجھے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے Ph. D کی سند حاصل ہوئی اس مقالہ کا اصل موضوع

"The Philosophy of Shah Wali Ullah"

ہے آپ واقف ہیں کہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ ان کی عمرانیات اور سیاسیات کو اکثر موضوع بحث بنایا جاتا رہا ہے۔ لیکن ان کے فلسفہ پر اب تک کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ میرا یہ مقالہ جس پر مبنی یہ مضمون آپ کی خدمت میں حاضر ہے قطعی طور پر ان کے فلسفہ سے متعلق ہے۔

اس مضمون میں مابعد الطبیعات اور تصوف پر بہت کم لکھا گیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ میں ان موضوعات پر سیر حاصل مضامین لکھنے کا خواہاں ہوں۔ لیکن اس مضمون کی نوعیت کے اعتبارات سے جو کچھ ان ابواب میں بیان کیا گیا مناسب ہے۔ اگر آپ نے اس کوشش کو سراہا اور مقالہ کو اشاعت سے نوازا تو آئندہ جلد ہی انشاء اللہ ان موضوعات پر بھی مقالہ ارسال کروں گا۔ شکریہ

تصدق

شاہ ولی اللہ اٹھارھویں صدی کے شہر آفاق عالم تھے مذہبی علوم کے علاوہ ان کو فلسفہ اور منطق میں بھی مہارت حاصل حاصل تھی۔ ان کا ذہن محققانہ اور شعور ناقدانہ تھا۔ ولی مذہبی امور میں بھی رجعت پسند اور روایت پرست نہ تھے۔ معاملات کی تہہ تک پہنچ کر ان کا مفہوم سمجھنے میں شاہ صاحب کو ملکہ حاصل تھا۔ فارسی اور عربی پر ان کو غیر معمولی عبور حاصل تھا[1]

شاہ ولی اللہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ، ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء میں ۶۲ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے مذہبی اور فلسفیانہ علوم کی تحصیل کی۔ ان کے شعور اور افہام کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ۱۴ سال کی عمر میں حدیث و فقہ منطق و قواعد پر مکمل عبور حاصل کرلیا اور اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد وہ مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے[2]

شاہ ولی اللہ جس زمانے میں پیدا ہوئے وہ مغل سلطنت کے زوال کا دور تھا۔ اورنگ زیب کی آنکھیں بند ہوتے ہی مغل سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ وسیع و عریض سلطنت بہت سے ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ہر سمت بغاوتیں ہونے لگیں۔ مرہٹے جو کہ پہلے ہی سے مغل سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے اب اور بھی سرکش ہو گئے کمزور مغل شہنشاہ ان کی طاقت کی تاب نہ لاسکے غرض کہ بہت سی خود مختار ریاستیں وجود میں آگئیں۔ یہ سلطنت نادر شاہ کے حملے سے اور زیادہ کمزور ہوگئی۔ مغل حکومت صرف دہلی تک محدود ہو کر رہ گئی مغل سلطنت کا یہ زوال صرف سیاسی ہی نہ تھا بلکہ سماجی معاشی اور مذہبی بھی تھا۔

ہندوستانی مسلمانوں کا مذہبی انحطاط اکبر کے زمانے سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ دین الٰہی کی اشاعت اور راجپوت پالیسی کا اسلامی تہذیب و ثقافت پر گہرا اثر ہوا۔ مسلمانوں نے ہندو تہذیب و تمدن کا اثر قبول کیا۔ شاہ جہاں کے دور میں یہ اثر اور نمایا ہوا بہت سے صوفیوں نے ناتھ یوگیوں کا اثر قبول کیا شیخ محب اللہ اور میاں میر وغیرہ کے یہاں یہ اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ نیز دارا شکوہ کی کوششوں نے بھی اس اثر میں اضافہ کیا۔ بہت سی سنسکرت کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کے سبب بہت سی ہندو روائتوں سے مسلمان متاثر ہوئے۔ بعد ازاں صوفیوں میں کچھ ایسے مکاتب قائم ہوتے جنہوں نے شریعت کے بجائے طریقت پر زیادہ زور دیا نیز ان مکاتب سے متعلق صوفی غیر اسلامی اعمال و افعال میں مشغول ہو گئے۔ اس کا عام مسلمانوں پر بھی اثر پڑا۔ وہ علوم شریعہ سے دور ہو گئے۔ حدیث و فقہ کی تعلیم تقریباً ختم ہوگئی۔ اس کے علاوہ مسلمان سلطنت کے زعم میں عیش و عشرت میں

میں پڑ گئے اور انہوں نے مذہبی علوم کو بھلا دیا۔

شاہ ولی اللہ نے اس سماجی اور مذہبی انحطاط کو محسوس کیا اور اسلامی تعلیم کی تجدید میں کوشاں ہو گئے اس سے قبل۔ اس سے قبل شاہ الحق نے ہندوستان میں علوم شریعت کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا تھا لیکن یہ زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔ بعد ازاں شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے اسلامی درس و تدریس کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ نے اس مدرسہ کو اور زیادہ ترقی دی۔ جہاں وہ زندگی بھر حدیث فقہ و منطق وغیرہ کی تعلیم دیتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خاندان نے دیگر افراد نے مذہبی تجدید کا کام جاری رکھا۔ غرض کہ شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں میں سیاسی، سماجی اور مذہبی بیداری پیدا کی۔ انہوں نے تصوف اور فلسفہ پر بھی بہت سی اہم تصانیف چھوڑیں۔ مشرق اور مغرب میں ان کے سیاسی اور سماجی کاموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن ان کے فلسفہ پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس مختصر مقالہ میں شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر طائرانہ نظر ڈالی جائے گی اور ان کے فلسفہ کے اہم نکات بیان کئے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ کی علمیات: شاہ ولی اللہ بنیادی اعتبار سے صوفی ہیں۔ لہذا ان کا نظریہ علم بھی تصوف پر مبنی ہیں۔ مشرق و مغرب میں عام طور پر علم حاصل کرنے کے دو ذرائع بیان کئے جاتے ہیں یعنی عقل اور حواس خمسہ۔ ان ذرائع کی بنیاد پر یورپ میں دو مکاتیب علمیات معرض وجود میں آئے۔ ایک عقلیت (Rationalism) مکتب کہلایا اور دوسرا جو حواس خمسہ پر اور ان سے حاصل ہونے والے تجربہ کو علم حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے تجربیت (Empericism) کہلایا۔ اول ذکر مکتب میں ڈیکارٹ اسپنوزا اور لیبنیز وغیرہ کا شمول ہوتا ہے اور موخر الذکر میں لاک۔ برکلے اور ہیوم وغیرہ شامل ہیں [۲]

اسلامی فلسفہ میں بھی عقلیاتی مکتب تھا اس میں ہم معتزلہ کو شامل کر سکتے ہیں۔ جو انسانی عقل کو حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہاں ذرائع علم کے مسئلہ پر عقل و حواس کا اختلاف نہیں بلکہ عقل و وحی کا اختلاف ہے۔ اشعری وحی کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں [۳] ہندوستانی فلسفہ میں بھی ذرائع علم کے سلسلہ میں عقل و حواس کا اختلاف موجود ہے چارواکا حواس خمسہ سے حاصل ہونے والے تجربہ کو حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دیگر مکاتیبی فلسفہ نیایا و شیشکا، سانکھیا اور ویدانتا وغیرہ میں علم کا حصول صرف حواس خمسہ پر ہی مبنی انہیں عقل و وجدان پر مبنی ہے [۴] ان ذرائع کے علاوہ مذہبی کتابیں بھی علمیات میں اہمیت رکھتی ہیں اور اسے قدسی علم کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس سے خالق و مخلوق

دونوں کا علم حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم انسانی کاوشوں سے نہیں قدسی عنایتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے یہاں حصول علم کے مختلف ذرائع ہیں وہ عقل کو بھی حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور حواس خمسہ سے حاصل ہونے والے تجربہ کو بھی۔ نیز ان کے فلسفہ میں لطائف خمسہ کو تحصیل علم میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ صوفی ہونے کے سبب وہ وجدانی علم پر زیادہ زور دیتے ہیں اور وہ جن ذرائع کو بیان کرتے ہیں ان کی حدود سے بھی واقف ہیں۔ مختلف اقسام کا علم مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے لہذا ان کے خیال میں کوئی بھی ذریعہ علم کلی طور پر مکمل نہیں[۸]

صرف شاہ ولی اللہ ہی نہیں دیگر صوفیاء بھی لطائف کو حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مجدد الف ثانی کے خیال میں لطائف کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو عالم خلق سے متعلق ہیں اور دوسرے وہ جن کا تعلق عالم امر سے ہے ان کے خیال میں فلاسفہ جو کہ جوارح خمسہ کو عالم امر سے متعلق سمجھتے ہیں صحیح نہیں نیز یہ بھی درست نہیں کہ جوارح خمسہ جن کا تعلق عالم خلق سے ہے عالم امر کے حصول علم کا ذریعہ ہو سکتے ہیں وہ بفنس ناطقہ جو کہ عالم خلق سے متعلق ایک لطیفہ ہے جو نفس امادہ ہی خیال کرتے ہیں وہ اس کے تزکیہ کو لازم سمجھتے ہیں۔ عقل کا تعلق بھی عالم خلق سے ہے نیز حواس خمسہ بھی عالم خلق سے ہی متعلق ہیں۔ عالم امر سے تعلق رکھنے والے لطائف خمسہ، قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ ہیں، قلب اور روح کا تعلق ظاہر و باطن دونوں سے ہے۔ ربانیت کے سبب وہ باطنی لطائف ہیں اور عالم امر سے متعلق ہیں۔ اور مادیت کے سبب وہ ظاہری لطائف ہیں اور ان کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ بعینہ صورت عالم خلق سے تعلق رکھنے والے لطائف بھی پانچ ہیں یعنی قلب، روح، نفس ناطقہ، عقل اور جوارح۔ اس تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجدد نفس ناطقہ اور روح کو الگ سمجھتے ہیں اور علیحدہ لطیفوں کی حیثیت دیتے ہیں حصول علم کے لئے عالم خلق سے متعلق ہونے کے باعث روح و قلب کا تزکیہ لازم ہے[۹]۔ شاہ ولی اللہ لطائف بھی اس تقسیم کے قائل نہیں۔ وہ لطائف پنجگانہ میں یقین رکھتے ہیں۔ قلب عقل اور روح کو باطنی لطائف مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ خفیہ لطائف کے بھی قائل ہیں۔ شاہ ولی اللہ جنہیں لطیفہ خفیہ اور لطیفہ نورانی کہتے ہیں وہ مجدد کے خفی اور اخفی کے مترادف ہیں نیز سر کو بھی خفیہ لطیفے میں شمار کرتے ہیں[۹]

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے شاہ ولی اللہ کی علمیات میں لطائف کو بڑی اہمیت ہے لہذا

وہ اپنے نظریہ علم کے آغاز میں لطائف کے علم پر زور دیتے ہیں ان کے خیال میں حصول علم کے لئے انسان کو ان لطائف کی دانشوری ضروری ہے جن کا وجود ان کے اندرون میں مخفی ہے لطائف کے علم کے کچھ فوائد ہیں مثلاً سالک کو اپنے مرتبہ اور مقام کا علم ہو جاتا ہے۔ نیز اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کس قسم کا علم کس لطیفہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے بالفاظ دیگر وہ تمام لطائف کی حدود سے واقف ہو جاتا ہے۔ لطائف کا علم حاصل نہ کرنے کی صورت میں سالک کو مختلف قسم کے خواطر یا نقصانات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ (۱) اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس کا مرتبہ یا مقام کیا ہے (۲) صوفی تنأ و بقاء کی بار بار منازل طے کرتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ وہ کس مقام پر ہے اور جو کچھ اس پر گذر رہی ہے وہ کون سی حالت ہے۔ لہذا مقام وحال سے واقف ہونے کے لئے لطائف کا علم ضروری ہے (۳) لطائف سے ناواقف ہونے کے سبب وہ گزرے ہوئے صوفیوں کو بھی نہیں سمجھتا۔ شاہ ولی اللہ کا یہ اعتراض دراصل وحدت الوجود کے ماننے والے صوفیوں پر ہے۔ جو دیودیت کو مقام نہیں معرفت کی اصل سمجھتے ہیں اور علم حقیقی کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق وجودیت اور شہودیت مقامات ہیں۔ تفصیل حق کے ذرائع ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی کلی طور پر حقیقت کے بیان کے لئے ناکافی ہے۔

شاہ ولی اللہ کے خیال میں علم کے حصول کے لئے اصطلاحات کا صحیح استعمال اور مفہوم جاننا ضروری ہے۔ مثلاً نفس کی اصطلاح مختلف معنوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ کبھی اس سے مراد انسان کی فطرت ہوتی ہے کبھی اسے قلب کے معنی میں استعمال کی جاتی ہے اور کبھی نفس امادہ اس سے مراد لی جاتی ہے۔ اسی طرح قلب کی اصطلاح بھی مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہے کبھی اس کے معنی صرف گوشت کا ایک ٹکرا ہوتے ہیں اور کبھی اس سے ایک لطیفہ کا مفہوم لیا جاتا ہے[۱۰] مختصراً صوفی کے تمام اصطلاحات اور ان کے مفہوم سے واقف ہونا چاہیئے شاہ ولی اللہ کا نقطہ نگاہ لسانی تجزیاتی ہے۔ مشرق میں اس سے قبل غزالی کے یہاں بھی اس قسم نقطہ نگاہ ملتا ہے[۱۱] لیکن مغرب میں یہ نقطہ نگاہ جدید ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف میں اس نقطہ نگاہ کی بڑی اہمیت ہے۔ حرف صوفی کے لئے ہی نہیں ایک عام علم حاصل کرنے والے کے لئے بھی اصطلاحات اور اس کے مفہوم سے واقف ہونا ضروری ہے۔

شاہ ولی اللہ مختلف لطائف کی حدود سے واقف ہیں ان کے خیال میں حواس خمسہ سے صرف دنیاوی کا شیاء کا علم حاصل ہو سکتا ہے علوم حقیقیہ کے لئے وہ کام نہیں آسکتے قلب جس کی حیثیت

ایک لطیفہ کی سی ہے جذبات کے علم معاون ہوتا ہے اور عقل تخلیف کے افہام میں معاون ہوتی ہے وہ اصل اور مجرد میں تمیز کرتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ دنیاوی اشیاء کی اشکال عالم اشکال میں موجود ہوتی ہے گویا ہر شے اپنی شکل جس کا وجود عالم اشکال میں ہے کی نقل ہے۔ عقل ان دونوں کا افہام کرتی ہے اور دونوں میں فرق کرتی ہے[11] شاہ ولی اللہ کا یہ خیال افلاطون کے فلسفہ پر مبنی ہے گویا کہ شاہ ولی اللہ عالم اشکال کو ماورائی عالم نہیں سمجھتے تاہم اس عالم کی نوعیت کی تصریح بھی نہیں کرتے۔ بہر حال افلاطون شئے کو تصور کی نقل سمجھتا ہے اور شاہ ولی اللہ شکل کی۔

شاہ ولی اللہ کے نظام علمیات میں سر کا مقام عقل سے بلند ہے وہ اسے ایک مخفی قوت سمجھتے ہیں جو انسان کے اندر موجود ہے اور علوم حقیقیہ کے حصول میں معاون ثابت ہوتی ہے سر دراصل ایک وجدانی قوت ہے اور اس کا تعلق وجدانی علم سے ہے۔

وجدانی علم کی بہت سی قسمیں ہیں مراقبہ، کشف، الہام، وحی، وحی پیغمبرانہ وجدان ہے بقیہ اقسام مختلف مقامات رکھنے والے صوفیوں کا وجدان ہوتی ہے۔ سر بھی وجدان کی ایک قسم ہے جس کو صوفیاء ہی استعمال کر سکتے ہیں۔

صرف صوفیاء نے ہی نہیں دیگر فلاسفہ نے بھی وجدان کو حصول علم کا ذریعہ خیال کیا ہے کانٹ وجدان کو نومنہ کے علم کا ذریعہ سمجھتا ہے برگساں کے مطابق وجدان ہی علم کا صحیح ذریعہ ہے اور عقل پر فوقیت رکھتا ہے۔ اقبال بھی وجدان کو عقل کے مقابل اہم خیال کرتے ہیں۔ غزالی، رومی اور دیگر مسلم فلاسفہ بھی وجدان کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں[12]

عقل کو بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ ایک اور قوت پر روشنی ڈالتے ہیں جسے وہ ذوق کہتے ہیں عقل و ذوق ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ عقل کا کام اشیاء کے خواص کو سمجھنا ہے اور ذوق کا کام ان خواص کے علاوہ اس تضاد کو بھی سمجھنا ہے جو اشیاء کے اندر موجود ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق اشیاء میں موجود تضاد دراصل تضاد نہیں۔ حواس خمسہ کے تہم کو مسبب یہ تضاد نظر آتا ہے۔ دلیل کے طور پر وہ کہتے کہ کوئی بھی دو افراد اپنے خواص کی بنیاد پر یکساں نہیں ہوتے تاہم ایک دوسرے سے مختلف بھی نہیں ہوتے۔ جو خواص کو انہیں ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں۔ انفرادی خواص ہیں لیکن انسان اندر ان کے علاوہ کچھ بنیادی خواص بھی ہوتے ہیں جو ہر فرد میں موجود ہوتے ہیں۔

اور ان خواص کی بنا پر تمام افراد ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔ عالم اشکال میں ہر شے کی شکل موجود ہوتی ہے۔ یہ اشکال ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں بنیادی اعتبار سے ان میں کسی قسم کے خصائص موجود نہیں ہوتے۔ یہ خصائص نفس کلیہ کا مظہر ہوتے ہیں جو شے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور شکل کے ذریعہ ان کے نمود شے ہی ہوتی ہے۔ بعین صورت اشیاء نفس کلیہ کا مظہر ہیں۔ وحدت الوجود کے ماننے والے صوفیاء اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے شے کو واجب الوجود مبدأ اولی کا مظہر خیال کیا۔ بہرحال شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ ذوق اشکال و نفس کلیہ کا تعلق کے افہام میں معاون ہوتا ہے نیز اشیاء و نفس کلیہ کے تعلق کو بھی سمجھتا ہے۔ عقل اس تعلق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس کو خواس خمسہ سے مواد حاصل ہوتا ہے۔ ذوق وجدان سے مواد فراہم کرتا ہے گو کہ شاہ ولی اللہ اس قوت کو وجدانی قوت تسلیم نہیں کرتے تاہم عقل سے بلند ہونے کے سبب یہ وجدان سے قریب ہے[۱۱]

وجدان کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی علمیات میں روح کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ان کے خیال میں ہر شے میں اس کے مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے روح ہوتی ہے اور جس طرح اشیاء کے مختلف مدارج ہوتے ہیں روح کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ بالخصوص وہ چند مدارج کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے کچھ انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں یہ مدارج حسب ذیل ہیں۔

روح[۱] حیوانی، نفس[۲] ناطقہ، نفس[۳] کلیہ، روح[۴] علوی، نفس[۵] ملکیہ، روح[۶] سماوی، روح[۷] فلکیہ، نفس[۸] کاملہ۔ اس کے علاوہ کچھ نفوس ہیں جو دیگر اشیاء میں موجود ہوتی ہیں۔ نفس[۱] معدنیہ، نفس[۲] نباتیہ[۱۲] نظام نفوس میں نفس معدنیہ کے شمول سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ بے جان اشیاء میں بھی روح کے قایل ہیں۔ نیز ان مدارج کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روح میں نظام ترتیب موجود ہے تمام نفوس نفس کلیہ کا مظہر ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا روح کا فلسفہ ابن سینا کے فلسفہ سے ماخوذ ہے وہ بھی ہر شے میں روح کا قایل ہے ابن سینا پر ارسطو کا اثر ہے لیکن بنیادی اعتبار سے ابن سینا اور ارسطو میں فرق یہ ہے کہ ارسطو مدارج روح کے اعتبار سے اشیاء کو مختلف مدارج میں تقسیم کرتا ہے اور ان کی بہت سی مملکتیں بنا دیتا ہے لیکن ابن سینا مخلوقات تقسیم کے باوجود اشیاء کو ایک ہی سلسلہ میں رکھتا ہے یعنی وہ مملکت کا قایل نہیں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ابن سینا اور ارسطو دونوں سے متاثر ہے شاہ ولی اللہ نفس کلیہ کو حیثیت اولی یا ہیئت احیاء نہیں مانتے۔ نفس کلیہ خدا کی تخلیق ہے اور خدا

تمام عوالم ماوراء ہے - بعیں صورت شاہ ولی اللہ ارسطو سے متاثر ہونے کے باوجود اس کی تقلید نہیں کرتے روح کے سلسلہ میں ان کے عقائد اسلامی بھی ہیں اور فلسفیانہ بھی -

ہر شے کی اصل اس کی روح ہوتی ہے مختلف نفوس کا وجود مختلف صورتوں میں ہوتا ہے نفس حیوانی کا وجود حرارت سے ہوتا ہے - نفس ناطقہ الوہیت سے وجود میں آتا ہے - انسان کے اندر دونوں نفوس موجود ہوتے ہیں - لہذا ان کی مناسبت سے ان میں دو قسم کے رجحانات ہوتے ہیں. شاہ ولی اللہ ان کو بہیمیت اور ملکیت کا نام دیتے ہیں[15]- یہاں بھی شاہ ولی اللہ ارسطو سے متاثر معلوم ہوتے ہیں جو ان رجحانات کی بناء پر انسان کو حیوان ناطق کہتا ہے. غزالی بھی ان رجحانات کے قائل ہیں - وہ انسان میں چار قوتیں تسلیم کرتے ہیں جن کا مختلف امور سے تعلق ہوتا ہے (۱) البہیمیہ (۲) السبعیہ (۳) الربانیہ (۴) الشیطانیہ - ان میں سے تین قوۃ یعنی بہیمیہ السبعیہ اور الشیطانیہ کا تعلق بہیمی رجحانات سے ہے اور الربانیہ کا تعلق عقلی رجحانات سے ہے ان قوہ کی فطرت کے اعتبار سے وہ عقل کو در پیش - شہوہ کو سوائے غضب کو کہتے ہیں اور شیطانیہ کو شیطان سے مشابہ سمجھتے ہیں - لہذا شاہ ولی اللہ غزالی سے بھی متاثر ہیں[16]- نیز شاہ ولی اللہ انسان میں روح علوی کا وجود بھی تسلیم کرتے ہیں یہ نفس روح سماوی اور نفس ناطقہ کے عناصر سے تشکیل پذیر ہوتا ہے اس کا مرکز ایک نقطہ ہوتا ہے جسے شاہ ولی اللہ حجر بحت کہتے ہیں یہ نقطہ صرف وہی صوفی محسوس کر سکتا ہے جو سو بحت کے مقام پر پہنچ چکا ہے اس نقطہ کے علم سے. صوفی کو بہت سے ایسے راز معلوم ہو جاتے ہیں جن کا اب تک اسے علم نہیں ہوتا. گویا شاہ ولی اللہ کے علمیاتی نظام میں حجر بحت کو وجدان کی حیثیت حاصل ہے -

سو بحت وہ مقام ہے جہاں صوفی کمل شعور ہو جاتا ہے بعیں صورت روح کا تعلق ایک طرف لطائف باطنیہ سے ہوتا ہے اور دوسری طرف لطائف خفیہ سے. شاہ ولی اللہ نفس ناطقہ کو باطنیہ میں شمار کرتے ہیں اور روح علوی کا شمار لطائف میں کرتے ہیں[17] مختصراً روح علم کے حصول کا ذریعہ ہے مختلف نفوس مدارج کے اعتبار سے حصول علم میں معاون ثابت ہوتے ہیں. نفس ناطقہ سے علم باطنی حاصل ہوتا ہے اور روح علوی سے قدسی علم حاصل ہوتا ہے. قدسی علم کی مختلف سطحیں ہوتی ہیں ہر سطح کا علم کسی ایک نفس سے حاصل نہیں ہو سکتا لہذا اس کے حصول میں مختلف نفوس معاون ہوتے ہیں -

شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ حصول علم کے یہ ذرائع جنہیں اوپر بیان کیا گیا گمراہ بھی ہو سکتے ہیں لہذا انہیں گمراہی سے بچانے کے لئے ان کی صحیح تربیت کرنا لازمی ہے گو کہ وہ سمجھتے ہیں انسان فطری

طور پر ٹیک ہے لیکن اسلاف میں اس طرف سے اس میں قبہ کا دخول ہو سکتا ہے لہذا اس کو دور کرنے کے لئے لطائف کی تربیت ناگزیر ہے نیز یہ کہ لطائف کی گمراہی سے برائیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان برائیاں کو روکنے کے لئے لطائف کو درست کرنا ضروری ہے ان لطائف میں سے کوئی بھی ایک اگر گمراہ ہوتا ہے تو دیگر لطیفوں پر بھی اس کا اثر اس لئے پڑتا ہے کیونکہ تمام لطائف ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں اور تعاون سے کام کرتے ہیں اگر کسی شخص کی روح گمراہ ہے تو وہ شہوانی زندگی بسر کرے گا۔ اگر اس کا قلب گمراہ ہے تو اس پر جذبات کا غلبہ ہوگا اور اگر اس کی عقل گمراہ ہے تو وہ اچھے اور برے میں تمیز نہ کر سکے گا اس کے لئے حسن قبہ کا امتیاز ناممکن ہے۔ اس کی زندگی سرتاپا برائی ہو جائے گی۔ اور وہ نیکی سے دور رہے گا۔ نہ صرف یہ کہ وہ صحیح علم بھی حاصل نہ کر سکے گا کیونکہ حصول علم کے ذرائع گمراہ ہیں [۱۵]

صوفیاء کے یہاں ان لطائف کی تربیت کے دو طریقے بتائے جاتے ہیں یعنی شریعت اور طریقت۔ نیز یہ کہ صوفیوں میں اس امر پر اختلاف ہے کہ شریعت اہم یا طریقت۔ لیکن شاہ ولی اللہ کے خیال میں شریعت یقیناً اہم ہے۔ وہ طریقت کو بھی رد نہیں کرتے اسے جائز مقام دیتے ہیں۔ خواجہ نقشبند جن سے نقشبندیہ سلسلہ شروع ہوتا ہے اور جو طریقت کے بانی خیال کئے جاتے ہیں شریعت کو رد نہیں کرتے اور نہ اس کی اہمیت سے انکار کرتے ہیں ان کے بعد کچھ صوفیاء نے ان کے خیالات کی صحیح شرح نہیں کی اور خیال کیا کہ وہ شریعت کو طریقت کو فوقیت دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ خود اس سلسلہ کے صوفی ہیں اور اس اختلاف سے بخوبی واقف ہیں۔ بہرحال شاہ ولی اللہ لطائف کی تربیت کے لئے شریعت پر زور دیتے ہیں ان کے خیال میں شریعت کے دو پہلو ہیں یعنی ظاہری اور باطنی۔ ظاہری پہلو سے حواس خمسہ کی درستگی ہوتی ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے انسان گناہوں سے پرہیز کرتا ہے باطنی پہلو انسان کے اندر کو درست کرتا ہے اس سے عقل، قلب، روح کی تربیت ہوتی ہے اس پر عمل پیرا ہونے وہ نیک اعمال کی اہمیت سمجھ لیتا ہے اور وہ دانستہ طور پر نیکی سے زندگی بسر کرتا ہے بالخصوص اس کے اندر بنیادی نیکیاں یعنی طہارت خضوع سماحت اور عدالت پیدا ہو جاتی ہے۔ الطائف کی تربیت کے اعتبار سے سالک کا مقام کا تعین ہو جاتا ہے اگر اس کا قلب صاف ہے تو وہ صدیق ہوگا اگر اس کی عقل تربیت یافتہ ہے تو وہ راسخ العلوم ہوگا اور اگر اس کے حواس درست ہیں صاحب الیمین

ہوگا۔ بعینہ صورت شریعت کی اخلاقی اور ملیاتی اہمیت ہے اس پر عمل کرنے سے سالک کا اخلاق بھی درست ہوتا ہے اور صحیح علم بھی حاصل کرسکتا ہے[19]

عبادت بھی لطائف کی تربیت میں معاون ثابت ہوتی ہے اور صوفیا کے راہ سلوک کی منزلیں بھی طے ہوتی ہیں۔ شاہ ولی اللہ ان لوگوں سے اتفاق نہیں کرتے جو عبادت کو جزوی اہمیت دیتے ہیں۔ بہرحال زیادہ تر صوفیاء عبادت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اس سے لطائف کی تربیت ہوتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ عبادت مذہبی فریضہ ہے۔ مختصراً شاہ ولی اللہ سالک کے لئے عبادت کو اور بھی زیادہ اہم سمجھتے ہیں[20]۔

لطائف کی تربیت محبت شعار اللہ کے ذریعہ ہوسکتی ہے محبت تصوف کا بنیادی اصول ہے اور راہ سلوک کی ابتدا ہے۔ محبت ہی سے معرفت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور سالک راہ سلوک پر گامزن ہوجاتا ہے۔ اس کے سبب وہ ان تمام چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جو راہ حق میں رکاوٹیں بن سکتی ہیں اور ان تمام چیزوں کو اختیار کرتا ہے جو خدا کو پسند ہیں یعنی اس میں برائی سے بچنے اور نیکی پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ محبت ہی کے سبب وہ لطائف کی مناسب تربیت بھی کرتا ہے بعینہ صور[illegible] شاہ ولی اللہ لطائف کی تربیت کے لئے شریعت عبادت اور محبت کو ضروری سمجھتے ہیں[21]

تزکیہ لطائف کے [illegible] دو قسم کا علم حاصل ہوتا ہے ایک کو شاہ ولی اللہ اثر اور دوسرے کو ذات کا نام دیتے ہیں۔ اثر [illegible] ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اول الذکر علم کی سطح پر سالک کو [illegible] کا علم حاصل ہوتا ہے یعنی وہ خارجی اشیا سے واقف ہوجاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ انسان کے اندر انفرادی انا کا وجود تسلیم کرتے ہیں اور اسے وہ انانیت خاصہ کہتے ہیں جس کا تعلق انانیت مطلقہ سے ہوتا ہے۔ دنیاوی علوم کا حصول انانیت مطلقہ کے ذریعہ انانیت خاصہ کو ہوتا ہے جس کا تعلق حواس خمسہ سے ہے اور جو ادراک میں معاون ہوتی ہے۔ بعینہ صورت اثر کی سطح پر سالک کو قبض کا علم ہوتا ہے اور ذات کی سطح پر بسط کا علم ہوتا ہے کمل شخص وہ ہے جسے دونوں قسم کا علم حاصل ہو۔ دنیا میں اس قسم کے انسان بہت کم ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ پیغمبر اور مجددوں کا شمار اس قسم لوگوں میں کرتے ہیں۔ بسط کا علم وحی الہٰی کے ذریعہ

ہے۔ داعیہ الہٰی عالم امثال میں ودیعت کر دیا جاتا ہے اور تجلی اعظم کے ذریعہ عارف تک پہنچا دیا جاتا ہے اس کے اظہار میں مصلحت کلی کو بھی دخل ہوتا ہے داعیہ الہٰی سے واقف ہونے پر سالک کو قبض و بسط دونوں کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ان کو الگ الگ سمجھ سکتا ہے۔ ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں کرتا قبض و بسط کو شاہ صاحب گلاس میں رکھے ہوئے یاقوت کی مثال سے سمجھاتے ہیں جسے مختلف رنگوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ مختلف رنگ قبض ہیں اور یاقوت بسط ہے اور بسط ہی حقیقت ہے[۲۲]

یہاں بھی شاہ ولی اللہ وحدت الشہود سے متاثر نظر آتے ہیں۔ وہ ہر شے کو ایک ہی حقیقت کا پرتو خیال کرتے ہیں۔ نیز تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقت ایک ہے جو ہر شئے میں جاری و ساری ہے۔

شاہ ولی اللہ اپنی ملیات میں ان خطرات سے بھی با خبر ہیں جو صحیح علم کے حصول میں لاحق ہو سکتے ہیں۔ ان کے خیال میں سب سے بڑا خطرہ نافہمی ہے بسا اوقات صوفی فنا و بقا کے معاملات کو سمجھ نہیں پاتا ایسی صورت میں وہ متحیر و متعجب رہ جاتا ہے لہٰذا صحیح علم کے لئے ان مقامات کا سمجھنا ضروری ہے۔ نیز یہ کہ وہ داعی حق کو بھی سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ داعی عالم اشغال میں مصلحت کلی کے ذریعہ تخلیق کئے جاتے ہیں اور صوفی کو ملائکہ کے ذریعہ بتا دیئے جاتے ہیں ان کو صحیح علم کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے اور اگر سالک انہیں سمجھنے سے قاصر رہتا ہے تو اس کا علم مکمل نہیں[۲۳]

مختصراً شاہ ولی اللہ کے یہاں مکمل نظریہ علم ملتا ہے اس کی بنیادی تصوف میں ہیں وہ جس علم کی بات کرتے ہیں وہ متصوفانہ نوعیت کا ہے وہ دنیاوی علوم کے حصول کا نظریہ پیش کرتے بلکہ علوم حقیقیہ کے حصول کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

مابعد الطبیعات

فلسفہ کے نقطہ نگاہ سے شاہ ولی اللہ کی مابعد الطبیعات کا اہم حصہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان تطبیق پیدا کرنا ہے ان کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ ان اختلافات کو دور کر سکے اور انہیں تقریباً بالکل ختم کر دیا اس سے قبل اسلامی فلسفہ میں اس مسئلہ پر کافی اختلافات رہے وحدت الوجود کا مکتب باضابطہ طور پر ابن عربی سے شروع ہوتا ہے ان کے خیال میں کائنات ایک ہی وجود کا مظہر ہے اور وحدت الشہود کا مکتب مجدد الف ثانی سے شروع ہوتا ہے اس سے قبل سید گیسو دراز نے وحدت الوجود پر تنقید کی اور اس کو رد کیا۔ لیکن شہودیت کی ابتدا مجدد الف ثانی سے ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ شہودیت میں وجودیت

پہلے مقام کی حیثیت رکھتا اس کے بعد کے مقامات ظلیت اور عبدیت ہیں شاہ ولی اللہ بھی وحدت الوجود کو ایک مقام سمجھتے لیکن ان کے دلائل مختلف ہیں ان کے خیال میں وحدت الوجود کا زمانہ وحدت الشہود کے زمانہ سے تاریخی اعتبار سے پہلے ہے لہٰذا جو مکتب تاریخی اعتبار سے پہلے کا ہے اس مکتب سے بلند ہے جو تاریخی اعتبار سے پہلے کا ہے ۔ بعیں صورت وحدت الوجود ادنیٰ اور وحدت الشہود اعلیٰ مقام ہے ۔ دلیل کے طور پر شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا ہے ملمیت کا دائرہ بڑھتا چلا جاتا ہے انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں ترقی کر جاتی ہیں گویا انسان پہلے کے مقابل زیادہ وسیع النظر ذکی اور فہیم ہو جاتا ہے لہٰذا وہ مکتب خیال جو تاریخی اعتبار سے بعد کے زمانے میں وجود میں آتا ہے اعلیٰ مقام کا حامل ہے[1]

وجودیت اور شہودیت کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کے سلسلہ میں شاہ ولی اللہ دلیل دیتے ہیں کہ حقیقت بحر بے کراں ہے اور اس کے متلاشی بجز قطرہ کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکتے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے پیروکاروں نے جو کچھ اس بحر بے کراں سے حاصل کیا اسے صرف ایک قطرہ سمجھنا چاہیئے لیکن ان دونوں مکاتب کے پیروکاروں نے جز کو کل سمجھ لیا اور یہی تصادم کی بنیاد تھی اس پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ چڑیوں کی مثال دیتے ہیں جو سمندر سے پیاس بجھاتی ہے لیکن اپنی چونچ میں صرف ایک قطرہ پانی لے کر ہی اڑ جاتی ہے ۔ حقیقت کے متلاشی بھی ان طیور کے مانند ہیں اور صرف قطرہ ہی پیاس بجھاتے ہیں اسی ضمن میں شاہ ولی اللہ ان نابینا اشخاص کی بھی مثال دیتے ہیں جو ایک پیڑ کے مختلف حصے چھوتے ہیں اور ہر شخص اس حصہ کو جو کہ اس نے چھوا ہے مکمل درخت سمجھتا ہے ان کی اس غلطی کو چشم بینا رکھنے والا ہی درست کر سکتا ہے ۔ حقیقت کے متلاشی اس طرح جز کو کل سمجھ لیتے ہیں ان کے اس تسہم اس صحت کرنے کے لئے بھی چشم بینا رکھنے والا شخص درکار ہے ۔ ان دونوں مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی حقیقت کل کا ادراک وہ جز کو کل سمجھتے ہیں نیز یہ کہ ان کے خیال میں مظہریت اور ظلیت میں صرف زاویہ نگاہ کا فرق ہے[2]

وجود کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ دلیل دیتے ہیں کہ وجود و تصور ایک دوسرے سے الگ ہیں نیز ... وجود متصورہ اور وجود مدرکہ خارجی وجود ہے جیسے حواس خمسہ کے ذریعہ دیکھا جاسکتا

ہے۳ یہاں جزوی طور پر شاہ ولی اللہ فارابی کے فلسفہ سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ فارابی بھی وجود اور تصور کو ایک دوسرے سے الگ تسلیم کرتا ہے لیکن اس کے خیال کے مطابق یہ دونوں ایک مقام پر پہونچ علیحدہ نہیں کئے جا سکتے۴ وجود مدرکہ میں دو قسم کی خصوصیات ہوتی ہیں ایک وہ جنہیں عام اور بنیادی خصوصیات کہتے ہیں یہ بالخصوص دو خصائص ہوتے ہیں یعنی معروضیت اور وجود۔ یہ خصوصیات عالم اشیاء میں موجود ہوتی ہیں۔ دوسری وہ خصوصیات ہوتی ہیں جنہیں انفرادی خصوصیات کہتے ہیں ان کی بنا پر ایک مفرد شے دوسری مفرد شے سے علیحدہ کی جاتی ہے وحدت الوجود کے پیروکاروں کا یہ خیال صحیح ہے کہ وجود ہر شے جاری و ساری ہے اور اس طرح تمام اشیاء میں وجودی اتحاد ہوتا ہے۔ اس مسئلہ پر شاہ ولی اللہ وجودی فلسفیوں سے متفق ہیں لیکن ظل اور مظلول یکساں ہیں۔ ابن العربی کے اس خیال سے شاہ ولی اللہ متفق نہیں یہاں وہ مجدد الف ثانی سے اتفاق کرتے ہیں اور دونوں میں فرق سمجھتے ہیں۵ نیز شاہ ولی اللہ اس سے بھی متفق ہیں کہ ہر شے کا عدم ہوتا ہے اور عدم موجود ہوتا ہے مختصراً شاہ ولی اللہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں تسلیم کرتے ہیں اور کسی کو رد نہیں کرتے۔ صرف یہیں نہیں انہوں نے فقہ کی روش میں بھی بنیادی مسلک اختیار کیا ہے اس مختصر مقالہ میں ان کی مابعد الطبیعات کا مکمل احاطہ کرنا ناممکن ہے لہذا اس پر آئندہ الگ مقالہ تحریر کیا جائے گا۔

(مسلسل)

علمیات

۱۔ رحیم بخش ابو محمد۔ حیات ولی۔ دہلی ص ۲۱۹ تا ۲۲۳

۲۔ " " " ۲۳۱

منظور احمد نعمانی۔ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر بریلی ۱۳۵۹ھ ص ۱۷ تا ۴۰

۳۔ شاہ ولی اللہ، المصفا ص ۱۱ تا ۱۱؛ البلاغ المبین ص ۱۶؛ شاہ نامہ دکن ص ۲۳؛ الفرقان بریلی ۱۳۵۹ھ صفحہ ۹۷، ۱۰۱، ۱۴۹، ۱۵۰۔

Khidy, Frankl History of Muslim Sobhyee

Allahabad, 1976. P.P. 301، 314 ؛ and 333، 352

۵ Watt, W.M., The Formative Period of Islamic thought, Edinburgh, 1973, P. 232، 307

۶ Krishnan, Radha, Indian Philosophy P.P. 72، 75، 86، 104، 112، 293، 307 London, 1962.

۷ شاہ ولی اللہ، الطاف القدس - ص ۷ تا ۸

۸ مکتوب ربانی، مکتوب نمبر ۳۴، ۲۶۰ جلد اول، مکتوب نمبر ۹۳ جلد دوم

۹ شاہ ولی اللہ؛ الطاف القدس، ص ۱۸۱

۱۰ ،، ،، الفوز الکبیر ص ۹

۱۱ Umaruddin, M., Ethical Philosophy of Al Ghazzali, Aligarh, 1962, P62

۱۲ شاہ ولی اللہ؛ الطاف قدس ص ۹۳ تا ۹۵

۱۳ ،، ،، ص ۹۰ تا ۹۱

۱۴ ،، ،، ،، ص ۹ تا ۱۲

۱۵ ،، ،، ،، ص ۹۲

۱۶ Umaruddin, M. Ethical Philosophy of Al Ghazzali, Aligarh. 1962. P 19

۱۷ شاہ ولی اللہ؛ الطاف ص ۲۶۱

۱۸ ،، ،، ،، ص ۳۶

۱۹ ،، ،، ،، ص ۳۲ تا ۳۹

۲۰ ،، ،، ،، ص ۴۰

۲۱ ،، ،، ،، ص ۳۸، ۳۹

۲۲ ،، ،، ،، ص ۷۵ تا ۸۰ ۲۳ شاہ ولی اللہ؛ الطاف قدس ص ۱۰۸ تا ۱۱۵